



International Journal of Advanced Academic Studies

E-ISSN: 2706-8927

P-ISSN: 2706-8919

IJAAS 2019; 1(2): 35-36

Received: 21-08-2019

Accepted: 25-09-2019

Dr. Haidar Ali

At. + P.O. Lakari, Via:

Kishunpur, Siwan, Bihar,

India

میرکی شاعری کے المیہ پہلو

Dr. Haidar Ali

میر چونکہ المیہ شاعری کی روایت کے نمائندہ ترین شاعر ہیں اس لیے اپنے مبحث کوروش کرنے کے لیے سب سے زیادہ مثالیں میر کے یہاں سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

دوسرے باب میں المیہ شاعری کی مختلف پہلو جیسے ناکامی، مایوسی، محرومی، بچروفرق، بے ثناتی دنیا، تنہائی، ناسودگی، بے گانگی اور خوف مرگ وغیرہ کے موضوعات پر ہمارے شاعروں نے بکثرت اشعار کہے ہیں، ان سب کا یہاں احاطہ کیا گیا ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ اردو غزلوں میں المیہ نگاری کی بڑی مسلسل اور مضبوط روایت ملتی ہے، اس سلسلے میں محمد قلی قطب شاہ سے لے کر غالب اور ان کے معاصرین کے عہد تک تمام شاعروں کے اہم اور نمائندہ شاعروں کے یہاں المیہ نگاری کی نشاندہی کی گئی ہے، یہاں تمام شاعروں کے کلام سے المیہ اشعار کے حوالے دینا طول مبحث کا سبب ہوگا اس لیے ہم براہ راست میر اور ان کے معاصرین کی غزلوں میں المیہ عناصر پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے بطور خاص میر کے کلام میں المیہ عناصر پر ہماری توجہ مرکوز ہوگی اس لیے کہ ہمارے تمام شاعروں میں میر سب سے بڑے المیہ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

مناسب ہے کہ پہلے میر کی المیہ شاعری پر گفتگو کی جائے۔ میر نے دراصل اپنی المیہ شاعری کی بنا پر ابدی ودوامی شہرت حاصل کی ہے، ان کی المیہ شاعری کے مختلف اسباب ہیں اول تو میر فطری طور پر غمگین واقع ہوئے تھے، ارنسٹ کرشمر کے نقطہ نظر سے انسان پیدائشی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں، پہلی قسم کے لوگوں کو اس سائیک لونیٹ کہا ہے یہ لوگوں زیادہ خوش و خرم رہتے ہیں اور رنج و غم کو ہنسی ہنسی کر برداشت کر لیتے ہیں، دوسری قسم کے لوگوں کو اس نے (نتھانی زونٹ) کہا ہے یہ لوگ پیدائشی طور پر غمگین اور خلوت پسند ہوتے ہیں، میر کا تعلق دوسرے زمرے کے لوگوں سے ہے، میر پیدائشی طور پر غمگین واقع ہوتے تھے۔

میر کو غمگین بنانے میں ان کے ماحول کا بھی ہاتھ ہے، میر جب دس سال کے تھے تو سید امان اللہ کا انتقال ہو گیا جن کو میر غم بزرگوار کہتے تھے، اور انہوں نے ان کو درویشی کی تعلیم دی تھی، اسی سال میر کے والد علی متقی بھی راہی ملک بقا ہونے جب علی متقی بستر مرگ پر تھے تو انہوں نے اپنے پہلے بیٹے حافظ حسن کو بلایا اور فرمایا کہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے، صرف تین سو کتابیں ہیں یہ تم سب بھائی آپس میں تقسیم کرلو، حافظ محمد حسن نے کہا کہ میں طالب علم ہوں ان کتابوں کی مجھے ضرورت ہے، یہ دونوں لڑکے ان کتابوں کو پھاڑ پھاڑ کر پتنگ بنائیں گے، اور انہیں گے یہ بات علی متقی کو ناگوار گزری، انہوں نے کہا کہ اگر چہ تو نے فقیری کو اپنا یا ہے مگر اب بھی تو حرص و بوس میں گرفتار ہے، بہر حال یہ ساری کتابیں تو ہی لے جا، میر ترا دست نگر نہیں رہے گا، اس کے بعد علی متقی میر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں تین سو روپیوں کا مقروض ہوں جب تک یہ قرض ادا نہ ہو میری لاش نہ اٹھانا اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، میر سخت پریشان تھے کہ قرض کیسے ادا ہو، انہوں نے حافظ محمد حسن سے قرض کی ادائیگی کے لیے درخواست کی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا، اتنے میں سید مکمل خان جو علی متقی کے مرید تھے، پانچ سو روپے کی بٹٹی لے کر آئے میر نے تین سو روپے قرض خوابوں کو ادا کر دیا اور باقی روپیہ باپ کی تجہیز و تکفین میں خرچ کر دیا، باپ کے مرنے کے بعد ان کے عزیزداروں نے ان کی طرف سے بے توجہی کی جو لوگ علی متقی کے معتقد تھے اب انہوں نے بھی آنکھیں پھریں، میر کو اہل دنیا کی بے رخی سے بہت ہی صدمہ پہنچا۔

میر کے والد کا انتقال 1732ء میں ہوا، اس کے بعد میر کو فکر معاش نے پریشان کیا، اس لیے انہوں نے اطراف اکبر آباد میں ملازمت کی، مگر وہ حصول ملازمت میں ناکام

Corresponding Author:

Dr. Haidar Ali

At. + P.O. Lakari, Via:

Kishunpur, Siwan, Bihar,

India

رہے، تب عاجز آکر گھر بار اپنے چھوٹے بھائی محمد رضی کے سپرد کیا اور خود تلاش معاش میں دہلی روانہ ہو گئے، دہلی میں بھی جلد ملازمت نہ مل سکی کچھ عرصہ کے بعد خواجہ محمد باسط سے ملاقات ہو گئی جو میر کو اپنے چچا صمصام الدولہ کی خدمت میں لے گئے، انہوں نے میر کا ایک روپیہ روزانہ مقرر کر دیا، میر نے یہاں قدرے اطمینان کی زندگی گزاری مگر 1739ء میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کر دیا، اس وقت دہلی کا بادشاہ محمد شاہ تھا جو ضعیفی اور نااہلی کی بنا پر اس حملے کا مقابلہ نہ کر سکا اس حملہ میں صمصام الدولہ قتل ہو گئے اس لیے میر کی ملازمت ختم ہو گئی اس کے بعد میر اکبر آباد واپس آ گئے۔

میر جب اکبر آباد واپس آئے تو اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی، اسی زمانے میں ان کو اکبر آباد کی ایک لڑکی سے عشق ہو گیا اور وہ کافی رسوا ہو گئے کچھ خوف رسوائی اور کچھ بے روزگاری سے تنگ آکر میر دوبارہ دہلی آئے، اس کا ذکر وہ اپنی مثنوی (خواب خیال) میں یوں کرتے ہیں۔

زمانے نے رکھا مجھے متصل
پراگندہ روزی پر اگندہ دل
گئی کب پریشانی روزگار
رہا میں تو ہم طالع زلف یا
وطن میں نہ اک کصبح میں شام کی
نہ پہنچی خبر مجھ کو آرام کی
اٹھاتے ہی سر پر پڑا اتفاق
کہ دشمن ہونے سارے اہل وفاق
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے
مری بے کسی نے بنایا مجھے
تاچند تیرے غم میں یوں زار لیا کیجئے
امید عبادت پر بیمار رہا کیجئے
کچھ سمجھتے نہیں ہمارا حال
تم سے بھی اے بتاں خدا سمجھے

میر جب غم سے کتا جاتے ہیں تو وہ عہد طفلی میں چلے آتے ہیں جہاں اس کو سکون ملتا ہے، علم نفسیات میں اس رجحان کو مراجعت کہتے ہیں، ایسے عالم میں اسان روکر کلیجہ ٹھنڈا کرتا ہے، میر کے والد بھی علی متقی بہت روتے تھے، یہاں تک کہ ان کی بچکیاں بندھ جاتی تھیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میر مراجعت کا رجحان اپنے والد سے حاصل کیا ہے، بہر حال میر بھی اشک باری کرتے ہیں ان کی ایک غزل تو آنسوؤں کی لڑی معلوم ہوتی ہے۔